https://doi.org/10.58352/tis.v47i2.884

The Islamic Culture
Bi-Annual Research & Refereed Journal
Published by
Sheikh Zayed Islamic Centre,
University of Karachi
SZIC
الثقافة الإسلامية
ISSN (Print) : 1813-775X
ISSN (Online) : 2663-1709

سیرت رحمۃ للعالمین ﷺ کی قرآنی بنیادیں ایک توضیحی مطالعہ

QURĀNIC FOUNDATIONS OF THE SEERAH OF “MERCY FOR THE WORLDS (PBUH):AN EXPLANATORY STUDY

Dr. Naveed Altaf Khan
Lecturer, Department of Shariah, Faculty of Shariah & Law,
International Islamic University, Islamabad
naveedaltaf@iiu.edu.com

Dr. Hafiz Muhammad Zaheer
Lecturer, Dept. of Research, Da’wah Academy,
International Islamic University, Islamabad
hafiz.zaheer@iiu.edu.pk

Dr. Abdul Qadir
Assistant Professor, Dept. of Islamic Studies
Bahria University, Karachi
abdulqadir.bukc@bahria.edu.pk

Abstract

Just as Allah is the Sustainer of all the worlds, the Holy Quran is the remembrance for the worlds, so His Beloved Hazrat Muhammad (PBUH) is the mercy for the worlds, The Holy Qur'an is the path of guidance and the biography of the Prophet is sustenance and viaticum of that journey. As Islam is incomplete without the Holy Quran, so the practice of humankind, according to the spirit of Qur'an, is impossible without the seerah of the Prophet (PBUH). Therefore, the relationship between the biography of the Prophet and the Quran is integral. That is why, just as Allah almighty has protected the Quran in terms of its words. He has also taken care of its meaning in the form of the Seerah of His prophet Muhammad, till the Day of Resurrection. So that life for humanity in every field, at the individual and collective levels, the Seerah of prophet, as the best way of life has always been available. Quran is the most important and irrefutable source of the biography of the Prophet. How Allah almighty himself does introduces and present His Prophet? It is very important question. In last few years, great attention has been paid to the biography of the Prophet (PBUH) at the official level in Islamic Republic of Pakistan, which was due on the Islamic scholars of the nation. Therefore, in order to get the right benefit from the Seerah of the Prophet (peace and blessings of Allah be upon him), we must first turn our attention to the most important source of it; the Quran. To be aware of the teachings of the Seerah; which are given in the principle form by the Holy Qur'an, we need to notice the concept presented by the Quran itself. In this paper, an attempt has to be made to shed light of the Seerah of the prophet (PBUH) from the guidelines provided in the Holy Quran according to the need of the time.

Keywords: *Seerah, Sunnah, Siyar, Magazi, Rahmatul Lil Alameen, Quranic Foundation for Mercy*

تعارف:

جس طرح اللہ پاک رب العالمین ہیں اور کلام اللہ ذکر للعالمین ہے. اسی طرح نبی کریم ﷺ رحمۃ للعالمین، قرآن کریم راہ ہدایت ہے اور سیرۃ النبی ﷺ زاد راہ۔ جس طرح اسلام قرآن عظیم کے بغیر نامکمل ہے اسی طرح قرآن پر عمل سیرۃ النبی ﷺ کے بغیر ناممکن ہے۔اس لیے سیرۃ النبی ﷺ اور قرآن لازم ملزوم ہیں۔یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح قرآن حکیم کی الفاظ کے اعتبار سے حفاظت فرمائی بالکل اسی طرح اس کے مفہوم ومعانی کی تاقیامت حفاظت کا ذمہ بھی خود لے لیا۔ سیرۃ النبی ﷺ قرآن کریم کی عملی تصویر و تعبیر ہے اور اس حفاظت کا مقصد یہ ہے کہ انسانیت کے لیے زندگی کے ہر میدان میں، انفرادی واجتماعی سطح پر، سب سے بہترین دستور حیات قرآن عظیم کی شکل میں اور سب سے بہترین اسوہ حسنہ نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ کی شکل میں ہمیشہ وہمہ وقت میسر رہے۔

مصادر سیرۃ النبی ﷺ میں سے سب سے بڑا، اہم اور ناقابل تردید مصدر خود قرآن عظیم ہے۔اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ آپ ﷺ کی سیرت واخلاق کو سب سے مستند ذریعہ یعنی قرآن کریم کی روشنی میں دیکھا جائے تاکہ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اپنے نبی آخر الزمان ﷺ کا تعارف کیسے کراتی ہے؟ اور کلام اللہ نے آپ ﷺ کی حیات طیبہ کی بابت انسانیت کو بالعموم اور مسلمانون کو بالخصوص کیا اصول اور بنیادیں فراہم کی ہیں۔ چنانچہ مقالہ ہذا میں اسی "رحمۃ للعالمین بزبان رب العالمین" کا احاطہ کرنے کی ایک حقیر کوشش کی گئی ہے۔

سیرت کا لغوی مفہوم:

لفظ سیرۃ عربی زبان میں چلنے پھرنے، چلانے، منزل، سفر یا مسافت کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے۔[۱]

قرآن عظیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ-[۲]

اے نبی ﷺ ان سے کہہ دیجیے تم زمین میں چلو پھرو اور دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا۔

اسی طرح ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ[۳]

اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے۔

سیرت کا اصطلاحی مفہوم

اصطلاح میں سیرت کے معنیٰ سنت، طریقہ، راستہ، خصلت، عادت، کردار، طرز زندگی، جہاد، طریقۂ جنگ، بین الاقوامی معاملات، سوانح حیات اور سیرتِ نبوی ﷺ کے ہیں۔[۴]

گویا کسی کے زندگی گزارنے کے اصول کو سیرت کہا جاتا ہے۔اس کے ہم معنیٰ الفاظ میں، حدیث، سنت، سیر اور مغازی زیادہ مشہور ہیں۔

سیرۃ النبی ﷺ

اصطلاح میں سیرۃ النبی ﷺ سے مراد حضرت محمد ﷺ کی زندگی کی تفصیلات ہیں۔ خواہ ان کا تعلق قبل از نبوت زندگی سے ہو یا بعد از نبوت سے یا ہجرت مدینہ سے قبل یا بعد کی حیات مبارکہ سے۔ گویا آپ کی زندگی کی کلی یا جزوی تفصیلات سیرت کہلاتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ ہستیاں جنہیں ایمان کی حالت میں آپ ﷺ کا ساتھ نصیب ہوا، ان کی زندگی کی تفصیلات بھی سیرت نگاری میں شامل ہیں۔ اسی طرح آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن کے حالات زندگی بھی خاص طور پر سیرت میں شامل ہیں۔ مزید برآں سیرت کے مختلف پہلوؤں مثلاً شمائل، آپ ﷺ کے اسمائے گرامی کی تفصیلات، آپ ﷺ کی جنگی مہمات، آپ ﷺ کے مکاتیب و دستاویزات، مختلف قسم کے مسلم و غیر مسلم وفود سے ملاقاتوں کے احوال بھی سیرت نگاری کا اہم جزو ہیں۔[۵] گویا کہ سیرت نگاری سے مراد حضور اکرم ﷺ کی زندگی کے کسی بھی پہلو کا احاطہ کرنا ہے۔

مغازی اور سیر کا مفہوم

لفظ مغازی کی اصل غزا يغزو غزوا سے ہے جس کا معنی قصد و ارادہ کرنے کے ہیں۔ اور اصطلاح میں دشمن کے ساتھ برسرپیکار ہونے کو غزوہ کہا جانے لگا ۔ پھر یہ لفظ ہر اس جنگی سرگرمی و مہم کا حصہ بن گیا جس میں آپ ﷺ نے بنفس نفیس شرکت فرمائی۔

اسی طرح سار يسير سيرا وسيرة کا مطلب چلنے کا ہے۔ اور پھر دشمن کے خلاف چلنے کے لیے سیر لفظ استعمال ہونا شروع ہوا۔ اور سریہ اس جنگ کو کہا جانے لگا جس میں آپ ﷺ نے خود شرکت نہیں فرمائی۔

اسلامی تاریخ میں فن سیرت کے لیے ابتداء میں مغازی و سیر کا لفظ استعمال ہوتا تھا جس کا اطلاق نبی کریم ﷺ کی جنگی اور حربی سرگرمیوں سے متعلقہ تفصیلات پر ہوتا تھا۔

پھر مغازی کی طرح سیر کو آپ ﷺ کی جنگی سرگرمیوں کے لیے اس لیے استعمال کیا جائے لگا کیونکہ اس میں بھی سير الى العدو یعنی دشمن کی طرف چلنا ہے۔ علامہ عینی سیر و مغازی کے تعلق کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''وسميت المغازی سيراً لأن أول أمورها السير إلى العدو.''[۶]

''مغازی کو ''سیر'' کا نام اس لئے دیا گیا ہے کہ اس کے اولین امور میں سے دشمن کی طرف جانا ہے۔''

مغازی، سیر، سنت و حدیث اور سیرت النبی ﷺ میں فرق

اگر لفظی طور پر دیکھا جائے تو سنت کے معانی طرز عمل اور طریقہ، کے ہیں[۷]۔ اسی طرح حدیث کا مطلب ہوا گفتگو، جبکہ مغازی کا مطلب ارادہ، اور سیر کا مطلب ہوا چلنا۔ اسی طرح سنت کا مطلب نبی کریم ﷺ کا عمل، حدیث کا مطلب آپ ﷺ کا قول، مغازی اور سیر کا مطلب آپ ﷺ کی جنگی مصروفیات۔

عام طور پر علم سیرت کو، علم حدیث کا ہی ایک شعبہ اور اسکی ایک نوع قرار دیا جاتا ہے کیونکہ اس میں بھی نبی کریم ﷺ کے اقوال، افعال اور تقریرات کا بیان ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام حاکم نے لکھا ہے:

هذا النوع من هذه العلوم معرفة مغازی رسول الله ﷺ وسراياه وبعوثته وكتبه إلى ملوك المشركين وما يصح من ذالک وما يشذ.[۸]

ترجمہ: علوم حدیث کی اقسام میں یہ (اڑتالیسویں) قسم ان امور کا جاننا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے مغازی و سرایا بعوث اور مشرک بادشاہوں کی طرف خطوط میں کیا صحیح ہے اور کیا شاذ ہے۔

مذکورہ تفصیل کا حاصل یہ ہے کہ ابتداء میں نبی کریم ﷺ کی ذات کے حوالے سے جنگی تفصیلات سیر و مغازی کے تحت درج ہوتیں تھیں۔ رفتہ رفتہ نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ کے لیے سیرۃ کی اصطلاح عام ہونا شروع ہوگئی۔ اور آپ ﷺ کے قول و فعل یا اقرار کے لیے حدیث اور سنت دونوں کے الفاظ استعمال ہوتے تھے۔

آج دنیا کی تمام مسلم زبانوں اور بہت سی غیر مسلم زبانوں میں سیرت کا لفظ سرور کائناتؐ کی مبارک زندگی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ علم سیرت ایک وسیع اور جامع مفہوم کی عکاسی کرتا ہے اس میں حضور اکرمؐ کے غزوات اور مہمات کی تفصیلات بھی ہیں اور حضورؐ کی حیات مبارکہ کے دوران وقوع پذیر ہونے والے اہم واقعات بھی، اس میں رسولؐ اللہ کا ذاتی طرز عمل اور سنتیں بھی ہیں اور ان قبائل کا تذکرہ بھی، جن سے رسول اللہ کا تعلق رہا۔ اسی طرح ازواج مطہرات کے احوال سیرت نگاری کا لازمی جزو ہیں۔ چنانچہ ہر وہ چیز، جس کا حضور ﷺ کی ذات گرامی کے ساتھ کسی درجے میں بھی تعلق ہے وہ سیرت کے عنوان کے تحت آئے گی۔

عصر حاضر کے اسلامی ادب میں سیرت سے مراد رسالت مآب حضرت محمد ﷺ کی حیات طیبہ ہے۔ جس میں غزوات، مہمات، آپ ﷺ کی ذاتی پسند و ناپسند، سنتیں، آپ ﷺ کے جملہ متعلقین الغرض ہر وہ چیز جس کا آپ ﷺ کی ذات سے کسی بھی قسم کا تعلق ہے وہ سیرت میں داخل ہے۔

لفظ محمدؐ ﷺ کی تحقیق اور قرآن عظیم میں اس کا ذکر:

عربی زبان میں لفظ محمدؐ کے معنی تعریف کیا ہوا، کے ہیں۔ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ نبی کریم ﷺ کی جتنی تعریف ہوئی ہے وہ مخلوق میں اور کسی کے حصہ میں نہیں آسکتی اور یہ سلسلہ تا قیامت جاری و ساری رہے گا۔

قرآن کریم میں لفظ محمدؐ چار بار اور لفظ احمد ایک بار استعمال ہوا ہے۔ جس کی خاص حکمتیں ہیں۔ ان کی تفصیل متعلقہ آیات کے تحت بیان کی جائے گی۔ باقی مقامات پر دوران خطاب براہ راست نام نہیں لیا گیا بلکہ دوسرے اسالیب تکلم استعمال ہوئے ہیں۔ جن آیات مبارکہ میں لفظ محمد اور احمد کا ذکر آیا ہے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

- وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ-أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ-[۹]

ترجمہ اور محمد ﷺ ایک رسول ہی تو ہیں۔ ان سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں، بھلا اگر ان کا انتقال ہوجائے یا انہیں قتل کر دیا جائے تو کیا تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے ؟ اور جو کوئی الٹے پاؤں پھرے گا وہ اللہ کو ہر گز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اور جو شکر گزار بندے ہیں اللہ ان کو ثواب دے گا۔

آیت مبارکہ میں مذکور اہم امور حسب ذیل ہیں:

۱. اللہ پاک کے علاوہ سب مخلوق ہیں اور مخلوق میں سے ہر ایک کو اس دنیا میں موت آنی ہے۔

۲. یہاں نام لے کر یہ حقیقت بیان کرنے کا بظاہر یہ سبب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد کسی کو بھی شک شبہ کی گنجائش باقی نہ رہے۔ اور آپ ﷺ کی بعثت کا بنیادی مقصد پیغام رب پہنچانا تھا تا کہ انسان اپنے رب کے پیغام ابدی کے مطابق زندگی گذار کر دونوں جہانوں کی

کامیابی سمیٹے؛ آپ ﷺ کی بعثت کا مقصد ہمیشہ دنیا میں رہنا نہیں اور آپ ﷺ کے اس دنیا سے رحلت فرما جانے کے بعد مقصود یہ ہے کہ دین پر ثابت قدم رہا جائے۔

۳. جو ایمان لایا ہے تو اسی کے فائدہ میں ہے۔ اللہ کو اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ البتہ اللہ بڑا قدر دان ہے۔[۱۰]

- مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا۔[۱۱]

ترجمہ: محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں بلکہ وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

آیت مبارکہ میں آپ ﷺ کی سیرت کی بابت درج ذیل حقائق بیان ہوئے ہیں:

۱. باپ ہونے کی نفی کی اور اللہ تعالیٰ کا رسول ہونے کا اعلان فرمادیا۔ بے شک باپ اپنی اولاد پر بڑا شفیق ہوتا ہے لیکن رسول کو جو قلبی تعلق اپنی امت کے ہر ہر فرد سے ہوتا ہے اس کے مقابلہ میں باپ کی ساری محبتیں ہیچ ہیں۔ باپ کی ساری شفقتیں اولاد کی جسمانی اور مادی دنیا تک محدود ہوتی ہیں جبکہ رسول کی شفقت کے دائرہ کار میں امتی کی روح، دل اور عقل بھی شامل ہوتے ہیں۔ باپ کی محبتیں اور شفقتیں روز حشر کسی کام نہیں آئیں گی بلکہ سارے دنیاوی رشتے اس دن ٹوٹ جائیں گے۔ جبکہ رسول کے لطف و کرم سے دنیا و آخرت دونوں میں اس کا امتی مستفید ہوتا ہے۔ اسی طرح جس طرح باپ قابل قدر و عزت ہوتا ہے اسی طرح بلکہ اس سے بھی بڑھ کر نبی کریم ﷺ کی عزت و احترام ہر مسلمان کے ایمان کا لازمی جزء ہے۔

۲. آپ ﷺ کا نام لے کر دوسری بڑی حقیقت یہ بیان ہوئی ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے طرف سے انسانیت کی فلاح ورہنمائی کے لیے آخری رسول ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی و رسول نہیں آئے گا۔ اس میں بھی حضور ﷺ کی کمال شفقت کو بیان فرمایا جارہا ہے کہ اگر حضور ﷺ کے بعد بھی نبوت کا سلسلہ جاری رہنا ہوتا تو شاید آپ ﷺ اتنی تندہی سے امت کے سامنے دین اسلام کے سارے گوشے آشکارا کرنے کی زحمت نہ فرماتے۔ لیکن اب جبکہ ہر قسم کی نبوت کا دروازہ مکمل طور پر بند کر دیا گیا ہے اور آپ ﷺ ہی اس سلسلہ ذہبیہ کی آخری کڑی ہیں تو آپ کی محبت اور الفت کا تقاضا یہ ہے کہ کوئی چیز بھی ادھوری نہ رہنے دی جائے۔ ساری بری رسموں کا قلع قمع کر دیا جائے کیونکہ اگر باطل کا کوئی پہلو اصلاح سے محروم رہا تو پھر اس کی اصلاح ممکن نہیں ہو گی اور اگر دور جاہلیت کی قبیح رسموں کو مٹایا نہ گیا، تو پھر ایسی ہستی پیدا ہی نہیں ہو گی جو ان کو مٹا سکے۔ اتنی محبوبیت، اتنی جامعیت اور اتنا تقدس کہاں پایا جائے گا کہ دنیا اس کے اشارہ ابرو پر اپنا سب کچھ نثار کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔

۳. جناب نبی کریم ﷺ "مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں" سے ایک لطیف اشارہ اس طرف بھی ہے کہ اولاد عطا کرنا، عطا کر کے اس کو زندہ رکھنا، یہ صرف اور صرف اللہ کریم کی صفت ہے اس میں اس کا کوئی شریک نہیں، چنانچہ اپنے پیارے حبیب ﷺ کو بھی اللہ نے اولاد کی نعمت سے سرفراز فرمایا تھا لیکن آپ کی نرینہ اولاد زیادہ عمر تک زندہ نہیں رہی تھی بلکہ بچپن میں ہی انتقال ہو گیا تھا۔[۱۲]

- وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَآمَنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلَى مُحَمَّدٍ وَهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ. كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَأَصْلَحَ بَالَهُمْ۔[۱۳]

ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور ایمان لے آئے اس پر جو اتارا گیا محمد ﷺ پر اور وہی حق ہے ان کے رب کی طرف سے، اللہ تعالیٰ نے دور کر دیں ان سے ان کی برائیاں اور سنوار دیا ان کے حالات کو۔

اس آیت میں بھی خصوصیت کے ساتھ لفظ **محمد** استعمال فرمایا تاکہ واضح ہو کہ آپ ﷺ پر نازل کیے گیے کلام یعنی قرآن کریم اور آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین پر عمل لازمی ہے۔ اور اس ایمان میں ہی ان کی دنیاو آخرت کی بھلائی ہے۔

- مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ---١٤

ترجمہ: **محمد** اللہ کے رسول ہیں اور جو ان پر ایمان لائے وہ کافروں پر بڑے سخت اور آپس میں بڑے نرم ہیں۔ تو انھیں دیکھے گا (کہ وہ) اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رضا کی تلاش میں رکوع میں اور سجدہ میں (مشغول ہیں)۔

یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو ان کا نام لے کر اپنا رسول بتلایا ہے۔ تاکہ یہ بات مزید پختہ ہو کہ آپ ﷺ اللہ کی طرف سے منتخب ہیں۔

اللہ پاک نے ایک جگہ نبی کریم ﷺ کا احمد کے نام کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَابَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَذَا سِحْرٌ مُبِينٌ-١٥

ترجمہ: اور (وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے) جب عیسیٰ ابن مریم نے بنی اسرائیل کو کہا کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور تصدیق کرتا ہوں تمہارے درمیاں جو تورات کی تعلیمات آئی ہیں (ان سب کی) اور تمہیں خوشخبری دیتا ہوں اپنے بعد ایک نبی کی جس کا نام احمد ہو گا اور جب وہ نبی ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی کھلی نشانیاں لے کر آیا تو انہوں نے کہا کہ یہ تو صریح جادو ہے۔

مطلب یہ ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام کی زبانی اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کو آپ ﷺ کی باقی نشانیوں کے ساتھ ساتھ نام بھی بتادیا تھا مگر اس کے باوجود وہ آپ ﷺ پر ایمان نہیں لائے۔

مذکورہ بالا پانچ آیات کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مقدس میں اپنے حبیب کریم ﷺ کے تعارف و سیرت کے حوالے سے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اس کا ایک ابتدائی خاکہ درج ذیل ہے:

کائنات کی عظیم ترین ہستی اور انسانیت کی معراج:

نبی کریم ﷺ انسانیت کی معراج اور کائنات میں اللہ کی مخلوق میں سب سے عظیم ہستی ہیں۔ جس میں انسانیت کے تمام عمدہ اوصاف درجہ کمال کی حد تک موجود ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس دنیا میں ہی اپنی ملاقات و دیدار کا شرف بخشا۔ چنانچہ ارشاد ہے:

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ[١٦]

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو رات کے ایک حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصی تک سیر کرائی، بابرکت بنا دیا ہم نے اس کے گردونواح کو، تاکہ ہم انہیں اپنی قدرت کی کچھ نشانیاں دکھائیں۔ بیشک وہ ہر بات سننے والی، ہر چیز دیکھنے والی ذات ہے۔

انسانی تاریخ کے اس منفرد اور سب سے عظیم الشان سفر کو سفر معراج کے نام سے جانا جاتا ہے۔[١٧]

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے اس سفر مبارک میں آپ ﷺ کے لیے "عبد" کا لفظ استعمال کیا۔ گویا آپ ﷺ کے تمام فضائل اپنی جگہ مگر سب سے بڑی فضلیت اور بنیادی خصوصیت اللہ کا بندہ ہونا ہے۔ اور عام انسانوں کے حوالے سے بھی اللہ تعالیٰ کو جو بنیادی چیز مطلوب ہے وہ بھی اپنا بندہ ہونا ہی ہے۔

مقام محمود کا مستحق بننا:

نبی کریم ﷺ کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو دنیا اور آخرت میں ایسے مرتبے تک پہنچانے کا وعدہ کیا ہے جو مخلوق میں کسی اور کے لیے نہیں کیا۔ دنیا میں بھی مدح، تعریف و توصیف ہے۔ اور قیامت کے روز آپ ﷺ کا مقام شفاعت پر کھڑا ہونا اصل مقام محمود ہو گا جہاں آپ ﷺ اپنے رب کی وہ تعریف وحمد فرمائیں گے جو کسی نے اس سے پہلے نہیں کی ہو گی۔ اس کے بعد آپ ﷺ کو شفاعت عظمیٰ و کبریٰ نصیب ہو گی جس کے تحت آپ ﷺ جہنم سے ہر اس امتی کو نکال لے آئیں گے جس کے دل میں رائی کے بھر بھی ایمان موجود تھا۔[۱۸]

مقام محمود عطا فرمائیں گے۔ یعنی ایسا مقام جس کی ستائش اگلے پچھلے سارے لوگ کریں گے۔

اسی بابت ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ عَسَىٰ أَن يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا۔[۱۹]

اور رات کے کچھ حصے میں تہجد پڑھا کرو جو آپ کے لئے ایک اضافی عبادت ہے۔ آپ کا پروردگار آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔

تہجد کی نماز آپ ﷺ کی خاص خاصیت تھی جو آپ ﷺ پر اضافی حیثیت سے فرض قرار دی گئی تھی اور اس کے بدلے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو آخرت میں مقام محمود کا وعدہ کر رکھا تھا۔ امتیوں کے لیے اس میں فائدہ کا سامان یہ ہے کہ اگرچہ تہجد کی نماز ان پر فرض تو نہیں مگر یہ وقت خاص اللہ تعالیٰ کی توجہ حاصل کرنے کا ہے۔ اور جو اس کا اہتمام کرے گا اللہ پاک اس کے ساتھ بھی بڑی امتیازی شان والا معاملہ فرمائیں گے۔

بشریت:

اللہ تعالیٰ نے ہر پیغمبر کی طرح نبی کریم ﷺ کو انسانوں میں سے ہی پیدا فرمایا۔ حضرت محمد ﷺ ذات کے اعتبار سے انسان ہی تھے بلکہ جیسا کہ پہلے گزر چکا انسانیت کی معراج ہی آپ ﷺ کی ذات ہے، لیکن بشر ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ ربّ العزت نے آپ کو وحی سے بھی سرفراز فرمایا۔ چنانچہ ارشاد باری ہے:

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ فَمَن كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا۔[۲۰]

ترجمہ: "کہہ دو کہ: میں تو تمہی جیسا ایک انسان ہوں (البتہ) مجھ پر یہ وحی آتی ہے کہ تم سب کا خدا بس ایک خدا ہے۔ لہٰذا جس کسی کو اپنے مالک سے جا ملنے کی امید ہو، اسے چاہیے کہ وہ نیک عمل کرے، اور اپنے مالک کی عبادت میں کسی اور کو شریک نہ ٹھہرائے"۔

آپ ﷺ کی حیات طیبہ کا ایک ایک لمحہ لوگوں کو اللہ وحدہ لاشریک کی طرف بلانے اور اعمال صالحہ کی ترغیب دینے میں صرف ہوا۔ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کو اپنانے اور آپ ﷺ سے محبت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ہم خود بھی آپ کی دعوت کے مطابق ربّ العزّت کو وحدہ لاشریک مانیں، اس کی ذات وصفات میں کسی کو کسی درجے میں شریک نہ کریں اور آپ ﷺ کی اتباع میں اعمال صالحہ کا بھرپور اہتمام کریں اور اس کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی اسی منہج کی طرف دعوت دیں۔

حضور اکرم ﷺ کی بعثت امت پر ایک احسان عظیم:

قرآن مقدس میں اللہ ربّ العزت نے آپ ﷺ کی بعثت کو امت پر، خاص طور پر مؤمنین پر ایک احسان عظیم قرار دیا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا:

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ-[۲۱]

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ نے مؤمنین پر بڑا احسان فرمایا جب ان میں ایک رسول بھیجا جو ان ہی میں سے ہے جو ان پر اللہ تعالیٰ کی آیات تلاوت کرتا ہے اور انہیں پاکیزہ کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ اور یہ لوگ اس سے پہلے تو صریح گمراہی میں تھے۔

مقاصد منصب رسالت محمد ﷺ:

مذکورہ آیت مبارکہ میں جہاں آپ ﷺ کی بعثت کو اللہ ربّ العزّت نے احسان عظیم قرار دیا وہیں پر آپ ﷺ کی بعثت کے مقاصد کی طرف بھی اشارہ فرمادیا۔ چنانچہ اس آیت مبارکہ کی روشنی میں آپ ﷺ کی بعثت کے مقاصد حسب ذیل ہیں:

۱. لوگوں پر قرآن عظیم کی تلاوت کرنا
۲. انہیں گناہوں سے پاک کرنے کی محنت کرنا (تزکیہ کرنا)
۳. انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دینا

یعنی انہیں شرک، دنیا پرستی، کفر، ظلم، زیادتی، الغرض ہر قسم کی گمراہی کے اندھیروں سے، ہدایت کی روشنیوں میں لانا۔ نبی کریم ﷺ کے وارث ہونے کے ناطے یہ سب ایک داعی کے بھی مقاصد تبلیغ دین ہیں۔ اسی طرح نبی کریم کا اسوہ حسنہ ہمارے لیے رب کریم کا سب سے بڑا احسان ہے۔

مذکورہ آیت مبارکہ کے علاوہ یہی مضمون قرآن مقدس میں چار مختلف مقامات پر بیان ہوا ہے، سورۃ البقرہ میں دو مقامات پر، سورۃ آل عمران، سورۃ الجمعہ اور سورۃ الاعراف کی آیت ۱۵۷ میں بھی یہی مضمون قدرے تفصیل سے بیان ہوا ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے؛

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ- فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ-[۲۲]

ترجمہ: جو اس رسول یعنی نبی امّی کے پیچھے چلیں جس کا ذکر وہ اپنے پاس توراۃ اور انجیل میں لکھا ہوا پائیں گے۔ جو انھیں اچھی باتوں کا حکم دے گا، برائیوں سے روکے گا، اور ان کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال اور گندی چیزوں کو حرام قرار دے گا، اور ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے وہ طوق اتار دے گا جو ان پر لدے ہوئے تھے۔ چنانچہ جو لوگ اس (نبی) پر ایمان لائیں گے اس کی تعظیم کریں گے اس کی مدد کریں گے، اور اس کے ساتھ جو نور اتارا گیا ہے اس کے پیچھے چلیں گے تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہوں گے۔

اس آیت مبارکہ سے منصب رسالت کے مقاصد کی بابت حسب ذیل نکات سامنے آتے ہیں:

۱. آپ ﷺ لوگوں کو اچھائی کی طرف دعوت دیتے ہیں اور برُائی سے روکتے ہیں۔ گویا جس چیز کے کرنے کا آپ ﷺ نے حکم دیا یا ترغیب دی، وہ اللہ کے ہاں اچھی اور جس چیز سے روکا وہ اللہ کے ہاں برُی ہے۔

۲. دین اسلامی اور شریعت محمدی میں جو چیزیں پاکیزہ ہیں وہ حلال ہیں اور ناپاک چیزیں حرام خواہ ان کی پاکی ظاہری ہو یا معنوی۔ مثلاً سور کو اللہ تعالیٰ نے ناپاک جانور قرار دیا اور اس کی ناپاکی ظاہری ہے، جبکہ بتوں کو بھی نجس قرار دیا لیکن ان کی نجاست معنوی ہے۔

۳. فلاح پانے والے لوگ وہ ہیں جو:

i. نبی کریم ﷺ پر دل وجان سے ایمان لائیں گے۔

ii. آپ ﷺ کی تعظیم کریں گے۔

iii. شریعت محمدی ﷺ کا اتباع کریں گے۔

نبی کریم ﷺ بطور خاتم النبیین:

اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیائے کرام کا جو سلسلہ شروع فرمایا تھا اس کی ابتداء حضرت آدمؑ سے فرمائی اور اس کا اختتام خاتم الانبیاء ورسل حضرت محمد ﷺ پر فرمایا۔ جیسا کہ گزشتہ اوراق میں آپ ﷺ کی ختم نبوّت کے حوالے سے سورۃ احزاب کی آیت نمبر ۴۰ میں تفصیلی گفتگو کی جاچکی۔

نبی کریم ﷺ بطور انسان کامل اور لازم نمونہ زندگی:

ختم نبوت کے صدقے اللہ ربّ العزّت نے آپ ﷺ کو یہ اعزاز بخشا کہ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کو ساری انسانیت کے لیے نمونہ عمل قرار دے کر اپنے آخری پیغام کی عملی تفسیر کے طور پر محفوظ فرمادیا۔ قرآن کریم میں آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کو تمام انسانوں میں سب سے بہترین قرار دیا ہے اور ساری انسانیت کے لیے آپ ﷺ کی زندگی نمونہ عمل ہے۔ اس لیے قرآن کریم اس بات پر زور دیتا ہے کہ زندگی کے کسی بھی شعبے میں انسان اگر کسی کو نمونہ بنانا چاہے تو وہ صرف وصرف آپ ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا۔[۲۳]

یقینا تمہارے لیے رسول اکرم ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔ اس شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ (سے ملنے) کی اور قیامت کے دن کی تمنا رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرتا ہے۔

اگرچہ سرکار دوعالم ﷺ ہر انسان کے لیے نمونہ عمل ہیں مگر جو انسان اپنے اندر یہ خصوصیات رکھتا ہو اس کے لیے آپ ﷺ کی زندگی سے بہترین نمونہ ممکن ہی نہیں۔ یعنی اللہ سے ملنے کی امید، قیامت کے دن کا یقین اور اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرنے والا۔ اس آیت مبارکہ سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ کو بطور نمونہ زندگی اپنانے والے کو اللہ تعالیٰ سے تعلق، یوم حساب میں کامیابی اور اسے کثرت سے یاد کی توفیق ملے گی۔

نبی کریم ﷺ بطور رحمۃ للعالمین:

اللہ تعالیٰ کی ذات رحمن ورحیم ہے۔ اور اس کی رحمت کی بے شمار صورتوں میں سے ایک عظیم صورت وشکل جناب نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ آپ بطور ذات اور بطور اسوہ دونوں اعتبار سے سارے جہانوں کے لیے رحمت کا باعث ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے اور اس کی رحمت وتوجہ وخوشنودی سمیٹنے کے لیے آپ ﷺ کے اسوہ پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اس سے ہر انسان کی انفرادی واجتماعی زندگی میں خیر وبرکت ہے۔ آپ ﷺ کی رحمت کو بیان کرتے ہوئے اللہ ربّ العزّت نے ارشاد فرمایا:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ۔[۲۴]

یقیناہم نے آپ ﷺ کو سارے جہاں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔

عربی زبان میں رحمت دل میں کسی دوسرے کے لیے نرم گوشے کی اس کیفیت کو کہا جاتا ہے جس سے دوسرے کے ساتھ احسان، عقیدت، ہمدردی اور شفقت کا ارادہ جوش میں آئے۔ چنانچہ لفظ رحمت میں محبت، شفقت، فضل اور احسان سب کا مفہوم داخل ہے۔ اور یہ لطیف احساس مجرد محبت، لطف وفضل سے زیادہ وسیع مفہوم اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔[۲۵]

اللہ تعالیٰ نے تمام حضرات انبیائے کرام علیہم السلام میں سے آپ ﷺ کو رحمت کا خطاب عطا فرمایا۔ لفظ رحمت کسی دوسرے کے لیے استعمال نہیں ہوا۔ اور آپ ﷺ مجسمہ رحمت ہی رحمت تھے۔ آپ ﷺ غریبوں کے محب، مسکینوں کے ساتھی، یتیموں کا آسرا، بے سہاروں کا سہارا، بے گھروں کا ٹھکانہ، دردمندوں کی دعا، بے چاروں کے لیے چارہ گر، غلاموں کے محسن، بادشاہوں کا تاج اور آقاؤں کے آقا تھے، ہیں اور تا قیامت کیا، مقام محمود تک بھی رہیں گے۔ آپ ﷺ رحمت للعالمین تھے، ہیں اور رہیں گے۔[۲۶]

انسانیت کی فکر:

آپ ﷺ کو اپنی امت اور اس کی فلاح کی اتنی فکر تھی جس کی نظیر نہیں ملتی۔ آپ ﷺ کی زندگی کی سب سے بڑی خواہش اللہ کی رضا اور لوگوں کو اللہ کی طرف بلانا تھا۔ اور جب لوگ آپ ﷺ کی دعوت پر توجہ نہیں دیتے تھے تو آپ ﷺ کو ان کی عاقبت کی شدید پریشانی لاحق ہوتی تھی یہاں تک کہ رب ذوالجلال کو تسلیاں دینا پڑتیں۔ چنانچہ ارشاد ہے:

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِن لَّمْ يُؤْمِنُوا بِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا۔[۲۷]

اب (اے پیغمبر) اگر لوگ (قرآن کی) اس بات پر ایمان نہ لائیں تو ایسا لگتا ہے جیسے تم افسوس کر کر کے ان کے پیچھے اپنی جان کو گھلا بیٹھو گے۔

ایک امتی کے حیثیت سے عمومی طور پر اور ایک داعی کی حیثیت سے خصوصی طور پر ہمیں اپنے آپ کو سیرۃ النبی ﷺ کے اس وصف سے تولنے کی اشد ضرورت ہے۔ ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ وہ لوگ جو ایمان کی دولت سے محروم ہیں ہمارے دلوں میں ان کے لیے کتنی ہمدردی ہے۔ اور اپنے سمیت وہ لوگ جو گناہوں میں مبتلا ہیں ان کو اس دلدل سے نکالنے کی کتنی فکر ہے۔

نرم مزاجی:

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو بہت ہی نرم دل پیدا فرمایا تھا۔ اور اس کی وجہ سے صحابہ کرام ہمیشہ آپ ﷺ کے اردگرد جمع رہتے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللهِ لِنتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ-فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَي اللهِ اِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ [۲۸]

ترجمہ: اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ تو اللہ کی رحمت ہے کہ آپ ان کے حق میں بہت نرم ہیں اور اگر آپ ﷺ تندخو اور سخت دل ہوتے تو یہ آپ ﷺ کے اردگرد سے منتشر ہو جاتے پس آپ ان سے درگزر کریں اور ان کے لیے مغفرت طلب کریں اور معاملات میں ان سے مشورہ لیتے رہیں پھر جب آپ فیصلہ کرلیں تو اب اللہ پر توکل کریں یقیناً اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

اس آیت مبارکہ سے برآمد ہونے والے اسباق حسب ذیل ہیں:

۱. اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر آپ ﷺ کی طبیعت میں سختی اور تند خوئی ہوتی تو یہ لوگ آپ ﷺ سے اتنا قریب نہ ہو سکتے تھے۔ یہ وہ صفت ہے جو ہر امتی سے بھی مطلوب ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک رہنما کے لیے یہ بڑی خوبی ہے کہ وہ دل کا نرم اور زبان کا میٹھا ہو، تاکہ اس کے متبعین دلی طور پر اس کے ساتھ رہیں اور کسی بھی مقام پر تتر بتر نہ ہوں۔

۲. اپنے جملہ متعلقین اور متبعین کے ساتھ درگزر اور معاف کرنے کا معاملہ کرتے رہنا چاہیے۔ ہر بات پر بھڑک اٹھنا اور انہیں بات بات پر اپنی ناراضگی کا احساس دلانا اسوہ رسول رحمۃ للعالمین نہیں۔

۳. اپنے جملہ متعلقین اور متبعین کو اہم امور میں مشاورت میں ساتھ رکھنا چاہیے۔

۴. مشاورت کے بعد فیصلہ اور اس پر عمل درآمد فوراً کر لینا چاہیے اور اللہ پاک پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔

۵. یہ سارے اسباق ہر سطح پر اپنانے ضروری ہیں۔ اور اگر کوئی کہیں اور اپنانے کا اہل نہیں تو اپنے گھر میں ان کو لازمی اپنا سکتا ہے۔

آپ ﷺ بطور خیر کثیر:

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے اندر بے شمار خیر جمع کر رکھی تھی۔ آپ ﷺ ہر انسان کے لیے باعث خیر تھے۔ آپ ﷺ کا ایک، ایک قول، ایک ایک فعل، حقیقت میں ساری انسانیت کے لیے باعث خیر اور رحمت باری تعالیٰ ہے۔ اس خیر کی دنیا میں سب سے بڑی صورت قرآن کریم اور نماز کی صورت میں میسر ہے اور ساتھ ساتھ سب سے آسان صورت آپ ﷺ پر درود و سلام پیش کرنا ہے۔ جو صرف ایک منٹ سے بھی کم عرصہ میں اللہ پاک کی دس رحمتوں کا باعث ہے۔ اتنی کثرت سے انسانوں کے لیے باعث خیر ہونا کسی اور کے نصیب میں کہاں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ۔[29]

اے نبی ﷺ !) ہم نے آپ کو خیر کثیر عطا کی۔

لفظ الکوثر کے معنیٰ ہر طرح کی خیر کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو جتنی کثرت سے خیر عطا فرمائی وہ صرف آپ ﷺ کا ہی خاصہ ہے۔ آپ ﷺ خود مجسمہ خیر ہیں۔ اور جتنا افادہ آپ ﷺ کی ذات کے طفیل انسانیت کو نصیب ہوا وہ بھی بے مثل اور بے پناہ ہے۔

الکوثر سے مراد حوض کوثر بھی ہے۔ نبی کریم ﷺ قیامت کے دن اس سے جس جس امتی کو پانی پلائیں گے اس کو ہمیشہ کے لیے راحت و سرور آجائے گا۔ اور اس پر جہنم کی آگ حرام ہو جائے گی۔[30]

پیغمبر اخلاق:

انسانیت اخلاق کا نام ہے۔ اور زندگی اخلاق کے بغیر کوئی معنیٰ نہیں رکھتی۔ نبی کریم ﷺ میں اللہ تعالیٰ نے دیگر قابل تقلید و اتباع صفات میں سے ایک اہم صفت اخلاق کی بھی رکھی تھی۔ آپ ﷺ کے اخلاق دراصل قرآن کی عملی تصویر تھے۔ رب تعالیٰ نے آپ ﷺ کے بہترین اخلاق کی خود گواہی دی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ۔[31]

ترجمہ: اور بے شک آپ ﷺ اخلاق کے اعلیٰ ترین معیار پر ہیں۔

آپ ﷺ کے اخلاق مسلمانوں سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ اگر ہم محمد عربی ﷺ سے محبت کا دم بھرتے ہیں تو اپنے اخلاق ان جیسے کرنے کی کوشش کریں۔

حضور ﷺ بحیثیت مبشر و نذیر:

قرآن کریم کے نزدیک نبی کریم ﷺ کی حیثیت لوگوں کو اللہ کی رحمت کی خوشخبری اور اس کے عذاب سے ڈرانے والے کی تھی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا۔[۳۲]

ترجمہ: اور ہم نے آپ کو صرف خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

ہدایت صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ کسی بھی پیغمبر کی اصل ذمہ داری یہ ہے کہ جو ہدایت کا پیغام دے کر اسے اس دنیا میں مبعوث کیا گیا ہے وہ بعینہ اسے اپنے مخاطبین تک پہنچائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو کچھ یوں بیان فرمایا ہے:

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ۔[۳۳]

ترجمہ: بے شک آپ ہدایت نہیں دے سکتے اسے جس کو آپ پسند کریں، البتہ اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت یافتہ لوگوں کو۔

یعنی ہدایت کسی کی پسند و ناپسند سے سے نصیب نہیں ہو سکتی بلکہ ہدایت تو سو فیصد اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے، ہاں اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو مکلف بنایا ہے اور اسے خیر و شر، ہدایت و گمراہی کے درمیان اختیار کی پوری آزادی اور صلاحیت دی ہے۔ جو انسان اس فطری پکار پر جان بوجھ کر لبیک نہیں کہتا اسے دنیا کی کوئی طاقت بھی ہدایت نہیں دے سکتی۔ اور اللہ تعالیٰ صرف ان لوگوں کو ہدایت دیتے ہیں جو فطری پکار پر صدق دل سے لبیک کہتے ہیں۔

رسول ﷺ کا بلند نام نامی:

اللہ پاک نے رسول اکرم ﷺ کو یہ اعزاز بخشا کہ آپ ﷺ کی اطاعت و فرماں برداری کو اپنی اطاعت کا درجہ دیا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

مَّن يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ۔ [۳٤]

جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے در اصل اللہ کی اطاعت کی۔

بات یہاں پر نہیں رکتی بلکہ رسول کی اطاعت اللہ پاک کی توجہ اور محبت کا واحد ذریعہ قرار دیا گیا۔ چنانچہ فرمایا:

قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔[۳۵]

ترجمہ: اے نبی! کہہ دیجئے اگر تم لوگ اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اطاعت کرو اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا۔

اگر انسان یہ چاہتا ہے کہ وہ اللہ سے محبت کرے اور اللہ اس سے محبت کرے۔ تو اس کے پاس سوائے اس کے اور کوئی راستہ و طریقہ نہیں، کہ وہ نبی رحمت حضرت محمد ﷺ کے اسوہ کامل پر عمل کرنے کی کوشش کرے۔ اور ظاہر ہے اسوہ رسول ﷺ پر عمل اسے پڑھے بغیر، سنے بغیر، نصیب ہی نہیں ہو سکتا۔ جب انسان آپ ﷺ کی سیرت کو پڑھے گا تو اللہ کی محبت اور اس کا احساس دل میں بیدار ہو جائے گا۔ اور اللہ کا دھیان بھی نصیب ہو گا۔ اچھے اعمال کرنے اور بُرے اعمال سے بچنے کی توفیق نصیب ہو گی اور یوں اللہ بھی اس انسان سے محبت کرنے لگے گا۔

جہاں جہاں اللہ کا تذکرہ وہاں وہاں آپ ﷺ کا تذکرہ

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنے لیے ایسا منتخب فرمایا کہ اللہ اور محمد دونوں نام تا قیامت ایک ساتھ ہو کر رہ گئے۔ اس قدر آپ ﷺ کا نام بلند ہوا کہ جہاں اللہ جل جلالہ کا نام بلند ہوتا ہے ساتھ ہی لفظ محمد ﷺ جڑا ہوتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ-[36]

ترجمہ: اور ہم نے آپ کا ذکر بلند کر دیا۔

یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ جو امتی بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فرماں بردار ہو گا اس کا نام بھی اللہ کے ہاں بہت بلندی پائے گا۔

خلاصہ:

سابقہ تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے خود اپنے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مختلف مقامات پر جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اس سے آپ علیہ الصلاۃ والسلام کے مختلف اوصاف میں سے کچھ سے روشناس ہونے کا موقع ملتا ہے۔ اور ان آیات کا احادیث اور سیرت سے متعلقہ کتب میں وارد نصوص کا تقابل کیا جائے تو بڑی آسانی سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ قرآن کی عملی تصویر ہے۔

سیرۃ النبی ﷺ کی حفاظت در اصل قرآن کی عملی تفسیر ہے۔ سیرۃ النبی ﷺ کا مطالعہ اللہ تعالیٰ اور نبی کریم ﷺ سے تعلق کا بنیادی راستہ ہے۔ رسول ﷺ کی اتباع حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور توجہ حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ ہر انسان کے لیے قابل فخر تقلید، نمونہ عمل اور باعث رحمت و خیر و برکت ہے۔

اللهم صل على محمد وعلى آله وأصحابه وعلى كل من تبعه بإحسان إلى يوم الدين- (امين)

حواشی و حوالہ جات:

١ محمّد بن محمّد بن عبد الرزّاق الحسيني، تاج العروس من جواهر القاموس، أبو الفيض، الزّبيدي، دار الهداية، ج ١٢، ص ١٥

Muhammad bin Muhammad ‘Abdul Razzāq al-Husainī, Tāj al-‘Urūs min Jawāhir al-Qāmūs, Abul Faiḍ, al-Zubaidī, Dār al-Hidāyah, Vol. 12, p. 15

٢ الأنعام ٦:١١

Al-An‘ām: 6:11.

٣ التكوير ٨١:٣

Al-Takwīr: 81:3.

٤ إبراهيم مصطفى / أحمد الزيات / حامد عبد القادر / محمد النجار، المعجم الوسيط، مجمع اللغة العربية بالقاهرة، دار الدعوة، ج ١، ص ٤٦٧

Ibrāhīm Muṣtafā/ Ahmad al-Ziyāt/ Hāmid ‘Abdul Qādir/ Muhammad al-Najjār, al-Mu’jam al-Wasīt, Majm‘a al-Lughah al-‘Arabia in Cairo, Dār al-Da‘wah, Vol. 1, p. 467.

٥ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: ڈاکٹر محمود احمد غازی، محاضرات سیرت ﷺ، ناشران و تاجران کتب، لاہور، ص 19

For detail see: Dr. Mahmood Ahmad Ghazi, Muhāḍrāt Seerat, Nashiran wa Tajiran Kutub, Lahore, p. 19.

٦ بدر الدين العيني، البناية شرح الهداية، دار الكتب العلمية - بيروت، لبنان، الطبعة الأولى، ١٤٢٠هـ - ٢٠٠٠م، ج ٧، ص ٩٤،

Badr al-Dīn al-‘Ainī, al-Bināyah Sharh al-Hidāyah, Dār al-Kutub al-‘Ilmiyah, Beirut, 1st Ed. 2000, Vol. 7, p. 94.

٧ إبراهيم مصطفى / أحمد الزيات / حامد عبد القادر / محمد النجار، المعجم الوسيط، ج ١، ص ٤٥٦؛ د. أحمد مختار عبد الحميد عمر، معجم اللغة العربية المعاصرة، عالم الكتب، الطبعة الأولى، ١٤٢٩هـ - ٢٠٠٨م، ج ٢، ص ١١٢١

Ibrāhīm Muṣtafā/ Ahmad al-Ziyāt/ Hāmid 'Abdul Qādir/ Muhammad al-Najjār, al-Mu'jam al-Wasīt, Majm'a al-Lughah al-'Arabia in Cairo, Dār al-Da'wah, Vol. 1, p. 456; Ahmad Mukhtār 'Abdul Hameed 'Umar, M'ujam al-Lughah al-'Arabia al-Mu'āṣrah, 'Alam al-Kutub, 1st ed. 2008, Vol. 2, p. 1121.

٨ أبوعبد اللہ الحاکم محمد بن عبد اللہ، معرفۃ علوم الحدیث،، دار الکتب العلمیۃ - بیروت الطبعۃ الثانیۃ، ۱۳۹۷ھ-۱۹۷۷م، ج۱، ۲۳۸

Abū 'Abdullāh al-Hākim Muhammad bin 'Abdullāh, M'arifat 'Ulūm al-Hadīth, Dār al-Kutub al-'Ilmiyah, Beirut, 2nd ed., 1977, Vol. 1, p.

٩ آل عمران ۳:۱۴۴

Āli 'Imrān: 3:144.

١٠ مزید مطالعہ کے لیے دیکھیے: الرازی، فخر الدین، ابوعبد اللہ محمد بن عمر بن الحسن بن الحسین التیمی، مفاتیح الغیب (التفسیر الرازی)، دار إحیاء التراث العربی- بیروت، الطبعۃ الثالثۃ - ۱۴۲۰ھ؛ عثمانی، مفتی شفیع، معارف القرآن، مکتبہ معارف القرآن کراچی 14، ج۲، ص۱۹۶؛ المظہری، محمد ثناء اللہ، التفسیر المظہری، مکتبۃ الرشدیۃ- الباکستان، الطبعۃ: ۱۴۱۲ھ-ج۲، ص۱۴۷

١١ الأحزاب: ۴۰

١٢ مزید مطالعہ کے لیے دیکھیے: التفسیر الرازی، ج۲۵، ص 171؛

١٣ محمد: ۴۷:۲

Muhammad: 47:2.

١٤ الفتح ۴۸:۲۹

Al-Fath: 48:29

١٥ الصف ۶۱:۶

Al-Ṣaff: 61:6

١٦ الإسراء ۱۷:۱

١٧ واقعہ معراج: واقعہ معراج راجح قول کے مطابق نبوت کے دسویں یا گیارہویں سال پیش آیا۔ یہ اہل السنۃ والجماعۃ کا متفقہ مؤقف ہے کہ واقعہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بیداری میں پیش آیا۔ یہ واقعہ یا اس کی جزوی تفصیلات تقریباً چالیس صحابہ کرام سے مروی ہیں۔ جس کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنی چچازاد بہن ام ہانی کے گھر قیام فرماتے۔ ام ہانی کا گھر خانہ کعبہ کے بہت قریب تھا اس لیے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اکثر عبادت کے غرض سے وہاں قیام فرمایا کرتے تھے اور رات کو خانہ کعبہ تشریف لے جاتے تھے۔ چنانچہ فرشتے ام ہانی کے گھر سے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو خانہ کعبہ کے حطیم والے حصہ لے آئے۔ آپ کا شق صدر کیا، قلب مبارک نکالا اسے زمزم پانی سے دھویا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا سینہ مبارک دوبارہ سی لیا۔ اس کے بعد وہاں ایک خصوصی جانور کی سواری لائی گئی۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جبریل امین کے ہمراہ اس پر سوار ہوئے۔ سواری مسجد اقصی کے طرف روانہ ہوئی۔ درمیان میں مدینہ طیبہ پہنچے اترنے کا حکم ہوا اور جہاں بعد میں مسجد نبوی تعمیر ہوئی وہاں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دو رکعت نماز پڑھی۔ بہت ہی مختصر وقت میں مسجد اقصی پہنچے۔ جانور کو باندھا اور دو رکعت تحیہ المسجد ادا کی۔ بیت المقدس (مسجد اقصیٰ) میں کچھ دیر قیام کے بعد آسمانوں کی طرف سفر شروع ہوا۔

(آسمانوں کی سیر)

مسجد اقصیٰ میں کچھ دیر قیام کے بعد آسمانوں کا سفر شروع ہوا، پہلے آسمان پر حضرت آدم (علیہ السلام) سے ملاقات ہوئی۔ جبرائیل نے تعارف کرایا کہ یہ آپ کے جد امجد ہیں، میں نے سلام کیا، انھوں نے مرحبا کہہ کر جواب دیا۔ پھر دوسرے آسمان پر پہنچے اور حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اور یحییٰ (علیہ السلام) سے ملاقات ہوئی۔ تیسرے آسمان پر حضرت یوسف (علیہ السلام) اور چوتھے پر حضرت ادریس (علیہ السلام) ملے پھر پانچویں آسمان پر حضرت ہارون (علیہ السلام) اور چھٹے پر حضرت موسیٰ (علیہ السلام) سے ملاقات ہوئی اور آخر میں ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم خلیل اللہ ملے۔ تمام نبیوں کے ساتھ سلام وجواب کا تبادلہ ہوا، اور پھر وہیں مجھے بیت المعمور بھی دکھایا گیا، جس طرح زمین پر انسانوں کے لیے خانہ کعبہ ہے، اسی طرح آسمانوں پر فرشتوں کا قبلہ بیت المعمور ہے، وہاں ہر روز ستر ہزار فرشتے طواف کرتے ہیں مگر کسی فرشتے کو ایک سے زیادہ مرتبہ طواف کا موقع نہیں ملتا۔ اس کے بعد حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو سدرۃ المنتہی کے مقام تک لے جایا گیا، جس کے پاس ہی جنت الماوی ہے، پھر اسی مقام پر اللہ تعالیٰ کی تجلیات کا ظہور ہوا جسے رؤیت باری تعالیٰ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جنت اور دوزخ کی سیر کی، جبرائیل (علیہ السلام) کو اپنی اصلی شکل میں دیکھا اور اس کے علاوہ بھی کئی خارق عادت واقعات پیش آئے۔

اسی مقام پر اللہ تعالیٰ نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو تین خاص چیزیں عطا فرمائیں، حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر اور آپ کی امت پر پچاس نمازیں فرض کیں مگر موسیٰ (علیہ السلام) کے مشورہ سے آپ ان میں تخفیف کی درخواست کرتے رہے اور پھر آخر میں پانچ نمازیں رہ گئیں، اس کے متعلق کہا گیا ہے "ذلک خمس وذلک خمسین"۔ یعنی ادا کرنے میں تو پانچ نمازیں ہیں مگر درجے کے اعتبار سے پچاس ہی ہیں، بہر حال آپ کو پہلا تحفہ پانچ نمازوں کا ملا، دوسرا تحفہ سورۃ بقرہ کی آخری دو آیات (آیت) "امن الرسول" سے لیکر (آیت) "علی القوم الکفرین"۔ تک اور تیسری خاص چیز اللہ کا یہ فرمان ہے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت کا جو شخص شرک میں ملوث نہیں ہوگا میں اس کی غلطیاں معاف فرمادوں گا۔ (صوفی عبد الحمید سواتی، معالم العرفان، مکتبہ دروس القرآن فاروق گنج، گوجرانوالہ، تفسیر سورۃ الاسراء، تفسیر آیت نمبر ۱، ج ۱۲، ص ۲۲)

Ṣūfī ʻAbdul Hameed Sawātī, Mʻālam al-ʻIrfān, Maktabah Durūs al-Qurān, Fārūq Ganj, Gujranwala, Tafseer of Sūrah al-Isrā, Verse No. 1, Vol. 12, p. 22.

۱۸ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: مولانا مودودی، تفہیم القرآن، تفسیر سورۃ الاسراء، آیت نمبر ۷۹؛ ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر مظہری، تفسیر سورۃ الاسراء، آیت نمبر ۷۹
For detail: Maulana Maudūdī, Tafhīm al-Qurān, Tafseer Sūrat al-Isrā, Verse No. 79; Sanāullāh Pānī Pattī, Tafseer Mazharī, Tafseer Sūrat al-Isrā, Verse No, 79.

۱۹ الاِسراء ۱۷:۷۹

Al-Isrā: 17:79.

۲۰ الکھف ۱۸:۱۱۰

Al-Kahf: 18:110

۲۱ آل عمران ۳:۱۶۴

Āli ʻImrān: 3:164.

۲۲ الاعراف ۷:157

Al-ʻarāf: 7:157.

۲۳ الاحزاب ۳۳:۲۱

Al-Ahzāb: 33:21.

۲۴ الأنبياء ۲۱: ۱۰۷

Al-Anbiyā: 21:107.

۲۵ مزید مطالعہ کے لیے: مولانا ابوالکلام آزاد بحوالہ مولانا عبدالرشید احمد نعمانی، لغات القرآن، دارالاشاعت، کراچی، ج۳، ص۶۵

For detail: Maulana Abul Kalam Azad, quoted from Lughāt al-Qurān of ‘Abdul Rasheed Numani, Dār al-Ishā‘t, Karachi, Vol. 3, p. 65.

۲۶ مزید مطالعہ کے لیے: قاضی محمد سلیمان سلمان منصورپوری، رحمۃ للعالمین، مرکز الحرمین الاسلامی، فیصل آباد، ۲۰۰۷، ج۲، ص۵۵۱

For detail: Qāḍī Muhammad Sulaiman Manṣūrpūrī, Rahmatul Lil ‘Alameen, Markaz al-Haramayn al-Islamī, Faisalabad, 2007, Vol. 2, p. 551.

۲۷ الکھف۱۸:۶

Al-Kahf: 18:6.

۲۸ آل عمران۳:۱۵۹

Āli ‘Imrān: 3:159.

۲۹ الکوثر۱۰۸:۱

Al-Kawthar: 108:1.

۳۰ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: صوفی عبدالحمید سواتی، معالم العرفان فی علوم القرآن، سورۃ الکوثر، تفسیر آیت نمبر۱، ج20، ص۸۱۵

For detail: Ṣūfī ‘Abdul Hameed Sawātī, M‘ālam al-‘Irfān, Maktabah Durūs al-Qurān, Fārūq Ganj, Gujranwala, Tafseer of Sūrah al-Kawthar, Verse No. 1, Vol. 20, p. 815.

۳۱ القلم68:4

Al-Qalam: 68:4.

۳۲ الإسراء۱۷:۱۰۵

Al-Isrā: 17:105.

۳۳ القصص۲۸،۵۶

Al-Qaṣaṣ: 28:56.

۳۴ النساء۴:۸۰

Al-Nisā: 4:80.

۳۵ آل عمران۳:۳۱

Āli ‘Imrān: 3:31.

۳۶ الم نشرح 94:۴

Alam Nashrah: 94:4.